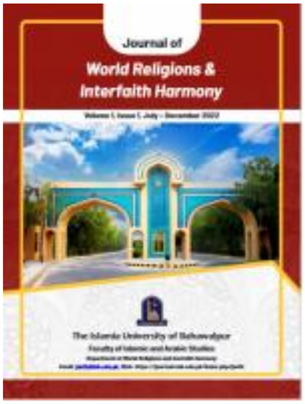

Journal of World Religions and Interfaith
ISSN Print: 2958-9932
ISSN Online: 2958-9940
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/104
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/1617
DOI: https://doi.org/10.52461/jwrih.v1i1.1617

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title Styles in Urdu Translations of Allah's Attributes Described in the Qur'an: Analytical Study

Author (s): Muhammad Tahir Al Mustafa
Assistant Professor, University of Sialkot, Pakistan

JWRIH

Received on: 4 December, 2022
Accepted on: 08 December, 2022
Published on: 27 December, 2022
Citation: Al Mustafa, Muhammad Tahir, "Styles in Urdu Translations of Allah's Attributes Described in the Qur'an: Analytical Study," *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 1 no. 1 (2022): 1-17.
Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Google Scholar
ACADEMIA
Crossref
ASIAN Research Index

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

قرآن مجید میں بیان کردہ اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ کے اردو تراجم میں اسالیب: تجزیاتی مطالعہ

Styles in Urdu Translations of Allah's Attributes Described in the Qur'an: Analytical Study

Muhammad Tahir Al Mustafa
Assistant Professor, University of Sialkot, Sialkot, Pakistan
Email: tahir.almustafa@uskt.edu.pk

Abstract
There has been a difference in the organization and naming of Allah's essence, attributes, names and actions in the discussions of Iman-Billah. The two major schools of thought in Ahl-e-Sunnah, Ash'ira and Mataridiyyah, have also differed slightly in determining the personal attributes of Allah. Disagreement has come to be seen. These attributes are also mentioned in the Holy Quran, whose Urdu translations are diverse. Sometimes translation has been done for translation, sometimes the requirements of this adjective have been taken into account in translation and sometimes it has been left without translation. The question is what are the motives behind adopting different styles in Urdu translation of the same adjective at different places or adopting multiple styles by different translators. A lot of work has been done on the objectives, styles and reasons for differences in Urdu translations. It is necessary to understand the nature of differences in the Urdu translations of the personal attributes of Allah and create a form of implementation in them. In search of answers to the above-mentioned questions, five selected translations of representative texts of the subcontinent have been examined. Where this paper clarifies the nature of differences in translations, it also plays its role in creating intellectual unity along with guiding the way towards better style of translation in the translations of the verses with verbal discussion.

Keywords: Qur'an, Urdu Translations, Naming of Allah, Allah's Attributes, Mufassrin.

تعارف

ایمان باللہ کی مباحث میں اللہ تعالی کی ذات ،صفات، اسماء اور افعال کی تنظیم اور تسمیہ میں متقدمین کے ہاں اختلاف رہاہے۔ اہلسنت میں علم الکلام کے دوبڑے مکاتب فکر اشاعرہ اور ماتریدیہ میں اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ کی تعیین میں بھی قدرے اختلاف دیکھنے کو آیا ہے۔ یہی صفات ذاتیہ کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے جن کے اردو تراجم میں تنوع پایا جاتا ہے۔ کہیں ترجمہ برائے ترجمہ کیا گیا ہے، کہیں اس صفت کے تقاضوں کو لحاظ ترجمہ میں بھی کیا گیا ہے اور کہیں بغیر ترجمہ ہی چھوڑ دیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی صفت کے مختلف مقامات پر اردو ترجمہ میں مختلف اسالیب اپنانے یا مختلف مترجمین کے متعدد اسالیب اپنانے کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ اردو تراجم کے مقاصد، اسالیب اور وجوہ اختلاف پر تو خاطر خواہ کام ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ کے اردو تراجم میں اختلاف کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے ان میں تطبیق کی صورت پیدا کی جائے۔ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات کی جستجو میں برصغیر کے نمائندہ مسالک کے پانچ منتخب تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مقالہ جہاں تراجم میں اختلاف کی نوعیت واضح کرتا ہے وہاں کلامی بحث والی آیات کے تراجم میں بہتر اسلوب ترجمہ کی طرف راہنمائی کرنے کے ساتھ فکری یگانگت پیدا کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

ایمان باللہ کا مفہوم

لغوی اعتبار سے ایمان باللہ کا مفہوم باری تعالی کی ذات کا یقین کرنا ہے ۔ابو حنیفہ نعمان بن ثابت [متوفی ۱۵۰ھ۔۷۶۷ء] ایمان باللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> واللہ تعالی واحد لامن طریق العدد ولکن من طریق انه لا شریک له، لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔ لایشبه شیئا من الاشیاء من خلقه ولا یشبه شیء من خلقه، لم یزل ولایزال باسمائه وصفاته، الذاتیه والفعلیه، اما الذاتیه فالحیاۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ، واماالفعلیه فالتخلیق والترزیق والانشاء والابداع، والصنع، وغیر ذلک من صفات الفعل[1]

امام ابوحنیفہؒ نے ایمان باللہ کے جو مندرجات بیان کیے ہیں ان میں قدرے اجمال ہے۔ یہاں صرف اللہ تعالی کی وحدانیت، منزہ

[1]۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، **الفقہ الاکبر** (گوجرانوالہ: ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرت العلوم)،27۔28۔

عن الشریک ہونے، عدم تشبیہ کے علاوہ قدیم ہونے کے ساتھ باری تعالی کے اسماء وصفات ذاتیہ وفعلیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ وجود باری تعالی کی نوعیت، اس کی صفات کی تفصیل اور اسماء کے معارف میں تشنگی پائی جاتی ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے امام محمد بن محمد غزالیؒ[متوفی 505ھ۔1111ء]نے ایمان باللہ کے تحت تین ارکان بیان کیے ہیں اور ہر رکن کے دس اصول بیان کیے ہیں جن میں ایمان باللہ کی مباحث کو تفصیل سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

رکن اول: اللہ تعالی کی ذات کی معرفت:اس کے اصول عشرہ یہ ہیں: ا۔ خدا موجود ہے، ۲۔ واحد ہے، ۳۔ قدیم ہے، ۴۔ جوہر نہیں ہے، ۵۔ جسم نہیں ہے، ۶۔ عرض نہیں ہے، ۷۔ کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ۸۔ کسی مکان میں نہیں، ۹۔ وہ نظر آسکتا ہے، ۱۰۔ ہمیشہ رہے گا۔

رکن دوم: اللہ کی صفات کی معرفت: اس کے دس اصول ہیں: ا۔ خدا زندہ ہے، ۲۔ عالم ہے، ۳۔ قادر ہے، ۴۔ صاحب ارادہ ہے، ۵۔ سنتا ہے، ۶۔ دیکھتا ہے، ۷۔ بولتا ہے، ۸۔ حوادث کا محل نہیں، ۹۔ اس کا کلام قدیم ہے، ۱۰۔ اس کا علم وارادہ بھی قدیم ہے۔

رکن سوم: اللہ تعالی کے افعال کی معرفت: اس کے اصول عشرہ یہ ہیں: ا۔ افعال عباد کا خالق اللہ ہے، ۲۔ افعال عباد انہیں کے مکتسب ہیں، ۳۔ خدا نے ان کے افعال کا ہونا چاہا۔ ۴۔ خدا نے جو خلق و اختراع کیا یہ اس کا احسان ہے، ۵۔ خدا کو جائز ہے کہ تکلیف مالا یطاق دے، ۶۔ خدا کو جائز ہے کہ بے گناہ کو عذاب دے، ۷۔ خدا پر مصلحت کی پابندی نہیں، ۸۔ واجب وہی چیز ہے جو شرع کی رو سے واجب ہے، ۹۔ انبیاء کو مبعوث ہونا ممکن ہے، ۱۰۔ محمد ﷺ کی نبوت معجزات سے ثابت ہے۔[2]

محمد ادریس کاندھلویؒ(متوفی 1394ھ۔1974ء) اخفا اور ظہور کے اعتبار سے صفات باری تعالی کو تقسیم کرتے ہیں:

> "خدا تعالی کی صفات جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ کہ جس کے معنی واضح اور ظاہر ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ، ایسی صفات کو صفات محکمات اور واضحات کہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کے معنی میں خفا اور ابہام ہے محض مدلول لفظی اور معنی لغوی سے کوئی علم قطعی اور یقینی حاصل نہیں ہوتا۔ رائے اور قیاس کی وہاں مجال نہیں، کشف اور ابہام کی وہاں رسائی نہیں جیسے وجہ، ید، نفس، عین، ساق، قدم، اصابع، اور عرش پر مستوی ہونا۔ اس قسم کی صفات کو صفات متشابہات کہتے ہیں۔"[3]

---

[2]۔ ابو حامد، محمد بن محمد غزالی، **احیاء علوم الدین** (بیروت: دار ابن حزم، 2005ء)، 123۔

3۔ محمد ادریس کاندھلوی، **عقائد اسلام** (کراچی: ادارہ اسلامیات، 2010ء)، 45۔46۔

اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ

امام ابو حنیفہؒ نے الفقہ الاکبر میں سات صفات ذاتیہ حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ کا ذکر کیا ہے۔ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی [458ھ۔1066ء] نے بھی اللہ تعالی کی صفات کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صفات ذاتیہ وہ ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں اور ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ صفات فعلیہ وہ ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ ہمیشہ سے نہیں ہیں مگر ہمیشہ رہیں گے۔ پھر ان میں سے حیاۃ، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر اور کلام اور اس جیسی دوسری صفات ذاتیہ ہیں اور خلق، رزق، احیاء، موت دینا، معاف کرنا، سزا دینا، یہ صفات فعلیہ ہیں[4]۔ ذیل میں ترتیب وار ان صفات سے متعلقہ قرآنی آیات کے منتخب اردو تراجم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

بر صغیر پاک وہند میں اس وقت قرآن کریم کے سینکڑوں اردو تراجم ہو چکے ہیں۔ ان تراجم پر ہونے والا کام اردو ترجمہ قرآن کی تاریخ، اہمیت، شرائط، اسالیب، تقابل، تراجم کی خصوصیات اور رجحانات و مسالک کے اثرات کا ہے جن میں سے چند ایک اہم کاموں کو موضوعات کے اعتبار سے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمۂ قرآن کا کلامی پہلو "ووجدک ضالا فھدٰی" کے تناظر میں

ہمایوں عباس نے " ترجمۂ قران کا کلامی پہلو "ووجدک ضالا فھدٰی "کے تناظر میں" کے عنوان سے مضمون لکھا ہے۔ ابتداء میں ترجمہ کا اصطلاحی مفہوم متعین کرنے کے بعد مصنف نے "ضالا" کے مختلف تراجم پر لغوی بحث کی ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن باللغہ کا اسلوب اپناتے ہوئے عربی اور اردو مفسرین کی "ضالا" کے متعلق آراء کو بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے ایسا معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس میں آیت کے کلامی پہلو کا ممکنہ طور پر بہتر لحاظ رکھا گیا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے الفاظ قرآن کی ایسی تعبیر اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے جس میں اعتقادی تحفظ میسر آسکے۔

"ووجدک ضالا فھدٰی" کی تعبیرات میں اختلاف وتطابق: منتخب اردو تراجم قرآن کا مطالعہ

راقم الحروف کا یہ مقالہ مجلہ "القمر" میں دسمبر 2019 میں چھاپا گیا جس میں منتخب مترجمین کے آیت مذکورہ کے

---

[4]۔ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، **کتاب الاسماء والصفات** (بیروت: مکتبہ السوادی للتوزیع)، 276۔

مختلف تراجم کے مابین اختلاف کی وجوہات کو بیان کرنے کے بعد اس کی متعدد تعبیرات میں تطابق کی ایک صورت بیان کی ہے۔ سابقہ کام کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو تراجم پر ہونے والا بیشتر کام اردو ترجمہ قرآن کی اہمیت، مقاصد، شرائط، اقسام، اسالیب اور محاسن اور خصوصیات کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس اور راقم الحروف کے مضامین کے علاوہ تراجم پر ہونے والے کام میں آیات کے کلامی پہلوؤں کے تناظر کو کم ہی دیکھا گیا ہے۔

منہج تحقیق

ایمان باللہ کی مباحث میں اللہ تعالی کی ذات ،صفات، اسماء اور افعال کی تنظیم اور تسمیہ میں متقدمین کی آراء مختلف ہیں۔ اہلسنت میں علم الکلام کے دو بڑے مکاتب فکر اشاعرہ اور ماتریدیہ میں اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ کی تعیین میں بھی قدرے اختلاف ہے اس لیے اس مقالہ میں صرف وہ سات صفات لی گئی ہیں جو کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے ہاں متفق ہیں۔ یہ "حیات، علم، کلام، ارادہ، سمع، بصر اور قدرت ہیں۔ قرآن کریم میں ان صفات کی حتمی تعداد معلوم کرنے کے لیے "المعجم المفہرس لالفاظ القرآن" سے استفادہ کیا ہے۔ ایک صفت قرآن میں جہاں جہاں آئی ہے وہاں ایک مترجم نے کیا معنی کیے ہیں، کو دیکھنے کے ساتھ مختلف تراجم کو دیکھنے کے لیے برصغیر میں اہلسنت میں معروف پانچ مسالک کے نمائندہ تراجم کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ صفت کا معنی متعین کرنے کے بعد اس کے متعلق تفاسیر میں کلامی پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ کلامی تعبیراتی تنوع کے ترجمہ پر کیا اثرات ہیں۔ اگر ایک صفت کا مختلف مقامات ہر ایک ہی جیسا ترجمہ کیا ہے تو صرف ایک جگہ کا ترجمہ ہی ذکر کیا ہے۔ جہاں مختلف ترجمہ ہے تو اسے ذکر کر دیا ہے۔ اگر ایک صفت کا ترجمہ تمام مترجمین نے ایک ہی کیا ہے تو اس پر بحث نہیں کی گئی، کیونکہ اس میں نہ تو اختلاف ہے اور نہ ہی نیا اسلوب واضح کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ کے اردو تراجم

حیات

اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ میں سے ایک حیات ہے۔ صفات ذاتیہ کے متعلق ڈاکٹر عبد الواحد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ سے مراد وہ صفات ہے جس کی ضد کے ساتھ اس کی ذات متصف نہ ہو، جیسے حیات، بصر، کلام وغیرہ[5] گویا جن

[5]۔ مفتی عبد الواحد، **اسلامی عقائد** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 2016ء)، 24۔

صفات کی ضد کے ساتھ اللہ کی ذات متصف نہیں ہو سکتیں وہی صفات ذاتیہ ہیں۔ اللہ تعالی کی صفت حیات کے دو پہلو ہیں۔ ایک ہے اپنی حیات، دوسرا ہے دوسروں کو حیات بخشنا۔ اس اعتبار سے صفات ذاتیہ کے زمرہ میں صرف انہی آیات کے تراجم کا تجزیہ کیا جاتا ہے جن میں اللہ تعالی کی حیات کے متعلق مباحث ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کی حیات ذاتی کے متعلق پانچ آیات میں "الْحَيُّ" کا کلمہ آیا ہے۔ ذیل میں ان آیات کو بیان کیا جاتا ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ[6]، اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ[7]، وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ[8]، وَتَوَكَّلْ عَلَي الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ[9]، هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ[10] ان آیات میں موجود کلمہ "الْ-حَيُّ" کے جو تراجم کیے گئے ہیں انہیں ذیل میں بالترتیب بیان کیا گیا ہے:

شاہ عبد القادر	جیتا ہے، جیتا ہے، اس جیتے، اس جیتے، زندہ رہنے والا
سر سید	زندہ ہے، زندہ ہے، زندہ
احمد رضا	وہ آپ زندہ، آپ زندہ، اس زندہ، اس زندہ، وہی زندہ ہے
اشرف علی تھانوی	زندہ ہے، وہ زندہ جاوید ہیں، اس حیّ، اس حیّ، وہی (ازلی ابدی) زندہ (رہنے والا) ہے
جوناگڑھی	جو زندہ، جو زندہ، اس زندہ، اس ہمیشہ زندہ رہنے والے، وہ زندہ ہے

ان آیات میں کلمہ "حیّ" کے تراجم میں مترجمین نے " جیتا، زندہ، زندہ رہنے والا، زندہ جاوید، آپ زندہ، ازلی ابدی زندہ کیے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس کلمہ کو بغیر ترجمہ کے "حیّ" بھی ذکر کیا ہے۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق لفظ زندہ صفت ہے اور اس کے معانی جیتا، حیات، ذی روح، ذی حس، خوش، جاگتا اور تازہ کیے گئے ہیں۔ "[11] محمد بن جریر بن یزید طبری [متوفی

---

[6]۔ البقرۃ 2 :255۔

[7]۔ آل عمران 3 :2۔

[8]۔ طہٰ 20 :111۔

[9]۔ الفرقان 25 : 58۔

[10]۔ غافر 40 :65۔

[11]۔ سید احمد دہلوی، **فرہنگ آصفیہ** (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2010ء)، 2 :414۔

310ھ-923ء] نے حی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: { ٱلۡحَيُّ } فإنه يعني: الذي له الحياة الدائمة، والبقاء الذي لا أوّل له بحدّ، ولا آخر له بامَد۔[12] ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی [متوفی 333ھ-944ء] کے مطابق اللہ تعالی کے "حی" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ هو الحي بذاته لا بحياة هي غيره كالخلق هم أحياء بحياة هي غيرهم حلت فيهم لا بد من الموت [13] اللہ تعالی کا حی ہونا اپنی ذات کی وجہ سے ہے نہ کہ وہ حیاۃ کی وجہ سے زندہ ہے۔ کیونکہ حیات اس کا غیر ہے۔ جیسے مخلوق حیات کے ساتھ زندہ ہے اور وہ ان کا غیر ہے مگر ان میں سرایت کر گئی ہے اور موت سے کوئی فرار نہیں ہے ۔ مگر اللہ تعالی کی ذات اس بات سے ماواء ہے کہ اس میں موت سرایت کرے کیونکہ وہ ازخود زندہ ہے اور دیگر تمام مخلوقات اپنی ذوات کے ساتھ زندہ نہیں بلکہ کسی کے زندہ کرنے سے زندہ ہیں۔ ماتریدی کے نزدیک صفت حیات کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ۔ عظمت جلال یا رفعت مکانی کو ظاہر کرنا" جیسے کہا جاتا ہے: فلاں حیّ" یعنی فلاں ہر معاملہ سے مکمل آگاہ ہے۔۔ اللہ نے بھی قرآن میں نباتات اگانے والی زمین کو "حیة" کہا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں میں اہمیت اور مقام رکھتی ہے اسی طرح اللہ نے اپنی ذات کے لیے ازروئے رفعت اور اظہار جلال کے لیے "حیّ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے حیات مراد نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے اللہ نے خود کو "حی" کے ساتھ موسوم کیا ہے کہ وہ کسی بھی شی سے غافل نہیں ہوتا۔ اور زمین وآسمان میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔[14] فخر الدین رازی [606ھ-1209ء] نے بھی اسی قول سے اتفاق کیا ہے۔[15] قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی [متوفی 686ھ-1286ء] لکھتے ہیں {ٱلۡحَيِّ} الذي يصح أن يعلم ويقدر وكل ما يصح له فهو واجب لا يزول لامتناعه عن القوة والإمكان[16]

درج بالا تصریحات سے یہ سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالی کی حیات دائمی اور ذاتی ہے جس کو زوال نہیں ہے اور اس صفت حیاۃ میں اس کا عالم اور قادر ہونا بھی لازم آتا ہے مزید برآں کسی کو "حی" کہنا رفعت شان اور اظہار شان کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اس لفظ کے ترجمہ میں ہمارے مترجمین کے ہاں تنوع پایا جاتا ہے۔ زمانی اعتبار سے اگر تراجم پر نظر دوڑائی جائے تو یوں

---

[12]۔ محمد بن جریر طبری، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن** (قاہرہ: دار ابن جوزی، 2008ء)، 5:386۔

[13]۔ محمد بن محمد بن محمود ماتریدی، **تاویلات اہل السنۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2005ء)، 2:234۔

[14]۔ ایضاً۔

[15]۔ محمد بن عمر رازی، **مفاتیح الغیب** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ)، 7:5۔

[16]۔ عبد اللہ بن عمر بیضاوی، **انوار التنزیل واسرار التاویل** (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 1 : 153۔

محسوس ہوتا ہے کہ شاہ عبد القادر اور سر سید احمد خان کے تراجم میں صرف ادائیگی مفہوم کی کوشش ہے۔ جبکہ احمد رضا خان، اشرف علی تھانوی اور محمد جونا گڑھی کے تراجم میں صرف ادائیگی مفہوم نہیں بلکہ محض ترجمہ کی وجہ پیدا ہونے والے کلامی اشکال کو دور کرنے کے لیے کچھ کلمات کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے، "ہمیشہ، آپ، ازلی وابدی" وغیرہ۔ ان الفاظ کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کی صفت حیات کے تقاضے بھی ترجمہ قرآن مین بیان ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے احمد رضا خان کا وہ ترجمہ جہاں "آپ زندہ" کے الفاظ ہیں زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ بعض مقامات پر آخر الذکر تین مترجمین نے بھی صرف "زندہ" کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے تو اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ ایک مقام پر مکمل وضاحت کے بعد مترجمین نے ضرورت محسوس نہ کی ہو جیسے احمد رضا خان کے تراجم سے معلوم ہوتا ہے یا جب قرآن شریف کا ترجمہ شروع کی تو ابتداء اسلاف کے طریق پر صرف ادائیگی مفہوم کی طرف توجہ رہی بعد ازاں کلامی اشکالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قوسین میں یا قوسین کے بغیر "جاوید، ہمیشہ، ازلی و ابدی" جیسے الفاظ لگا دیے گئے۔ یہ اسلوب اشرف علی تھانوی کے ہاں نظر آتا ہے۔ اشرف علی تھانوی نے اس کلمہ کو بغیر ترجمہ کے بھی ذکر کیا ہے جو اس اعتبار سے تو درست معلوم ہوتا ہے کہ جب حیات باری تعالیٰ کی کیفیت کو ترجمہ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تو اس لفظ کا ترجمہ نہ ہی کیا جائے مگر دوسری جانب اگر ترجمہ نہیں کیا جائے گا تو اردو دان طبقہ کو تفہیم کیسے نصیب ہو گی۔ اس لیے اس لفظ کو کھول دیا گیا۔ ابن جریر طبری نے اللہ تعالیٰ کی صفت حیات کے متعلق تین مختلف آراء بیان کی ہیں:

> وقد اختلف أهل البحث في تأويل ذلك، فقال بعضهم: إنما سمى الله نفسه حياً لصرفه الأمور مصارفها وتقديره الأشياء مقاديرها، فهو حيّ بالتدبير لا بحياة. وقال آخرون: بل هو حيّ بحياة هي له صفة[17] وقال آخرون: بل ذلك اسم من الأسماء تسمى به، فقلناه تسليماً لأمره[18]

متکلمین کے نزدیک اس سے مراد ایسی حیات نہیں جو موت کے مقابل ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امور کو ان کے مصارف کی طرف پھیرنے اور اشیاء کو ان کے مقاصد کے مطابق کرنے کے لیے "حیّ" سے موسوم کیا ہے۔ اس

---

[17]۔ علامہ ابن کثیر [متوفی 774ھ۔ 1373ء] نے بھی اس سے مراد ایسی حیات لی ہے جو کہ ذاتی ہے اور ختم ہونے والی نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، اسماعیل بن عمر ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم** (بیروت: دار الاکتب العلمیہ، 1998ء)، 1:517۔

[18]۔ طبری، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، 5:387۔

اعتبار سے وہ تدبیر کے حوالہ سے حیّ ہے نہ کہ حیات کے ساتھ۔ **بعض متکلمین** کا یہ کہنا ہے کہ وہ حیات کے ساتھ متصف ہے۔اور"حی"اس کی صفت ہے۔دیگر **متکلمین** کا کہنا ہے کہ"حیّ" اللہ تعای کے اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اسے موسوم کیا گیا ہے۔ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی (متوفیٰ 671ھ۔1237ء) نے "حیّ" کا شمار اللہ تعالی کے اسماء میں کیا ہے۔[19] ابن جری طبری کی اس تصریح کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے تمام مترجمین کا نقطہ نظر یہی ہے کہ حیات اللہ کی صفت ہے جو دائمی و ذاتی ہے اور اسے موت نہیں آنی۔مزید بر آں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ کی متعدد ادعیہ میں اللہ تعالی کی اس صفت کا تذکرہ موجود ہے جس سے مراد ایسی حیات دائمی ہے جس میں موت نہیں ہے۔حضرت سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنھما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ کی مجلس میں اللہ تعالی کی حیات اور بقا کی قسم "لعمر اللہ" کے کلمات سے اٹھائی ہے۔[20] یہاں اللہ کی حیات سے مراد اس کی تدبیر سے واقفیت اور ہمہ جہت عدم سے متعارف ہونا ہے۔مترجمین نے ادائیگی مفہوم کے لیے جو بھی الفاظ استعمال کیے ہیں وہ درست معلوم ہوتے ہیں۔

علم

اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ایک علم ہے۔ قرآن کریم میں علم الٰہی کا ذکر ہے:وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ[21]لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ[22]فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَاۗىِٕبِيْنَ[23]فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ[24]اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا[25]اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ[26] رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا[27]وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ[28]وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ

---

[19]۔ محمد بن احمد قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن** (بیروت: موسسہ الرسالہ،2006ء)،4:267۔

[20]۔ عبد الملک ابن ھشام، **السیرۃ النبویہ** (بیروت: دار احیاء التراث العربی)،3:313۔

[21]۔ البقرۃ2 : 255۔

[22]۔ النساء4 :166۔

[23]۔ الاعرف7 : 7۔

[24]۔ ھود 11 : 14۔

[25]۔ طہ 20 :98۔

[26]۔ لقمان 31 : 34۔

اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا[29] قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ[30] قرآن کریم کی ان آیات میں "علم" بطور اسم استعمال ہوا ہے۔ ہمارے منتخب مترجمین نے یہاں علم کے ترجمہ میں خبر، قدرت اور علم کے الفاظ چنے ہیں جن میں ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد اسفرائینی[متوفی 418ھ۔1027ء] نے لکھا ہے کہ اللہ کی صفت ذاتی علم کے ذیل میں یہ اسماء بھی آتے ہیں۔ ۱:العلیم: اس کا معنی ہے تمام معلومات کو بالعموم جاننا، ۲:الخبیر: کسی امر کے واقع ہونے سے پہلے اس کے ہونے کو جاننا، ۳:الحکیم: یعنی اوصاف کی باریکیوں کو جاننا۔ ۴:الشھید: یعنی غائب و حاضر کو جاننا، ۵:المحصی: یعنی معاملات کی کثرت اسے علم سے مشغول نہ کرے بلکہ وہ خالق ہونے کی حیثیت سے ہر ہر چیز کو جانتا ہے۔[31] گویا یہ اسماء اللہ تعالی کے علم کی مخصوص حالتوں پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے ضروری ہے کہ ان کے تراجم میں بھی ان حالتوں کا خیال رکھا جائے۔

کلام

کلام اللہ تعالی کی صفت ذاتی ہے۔ قرآن کریم میں " کلام اللہ" کے الفاظ تین جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں۔

ارشادات باری تعالی ہیں: يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ[32] وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰي يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ[33] يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ[34]

کلام اللہ، اللہ کا کہا	شاہ عبد القادرؒ	کلام الہیٰ، خدا کا حکم	اشرف علی تھانویؒ
خدا کا کلام، کلام اللہ	سر سیدؒ	کلام اللہ، اللہ تعالی کا کلام	جونا گڑھیؒ
اللہ کا کلام	احمد رضاؒ		

[27]۔ غافر 40 : 7۔

[28]۔ فصلت 41 : 47۔

[29]۔ الطلاق 65 : 12۔

[30]۔ الملک 67 : 26۔

[31]۔ بیہقی، **کتاب الاسماء والصفات**، 1 : 294۔

[32]۔ البقرۃ 2 :75۔

[33]۔ التوبہ 9 :6۔

[34]۔ الفتح 48 : 15۔

راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ کلام وہ ہے جو حاسہ سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ کلام کا مصداق الفاظ منظومہ پر بھی ہوتا ہے اور اور ان معانی پر بھی ہوتا ہے جو کہ الفاظ کے ماتحت ہوتے ہیں۔[35] درج بالا تراجم میں سر سید احمد خان، احمد رضا خان اور محمد جونا گڑھی نے "کلام" کے لیے تینوں مقامات پر ترجمہ میں "کلام" ہی ذکر کیا ہے جبکہ شاہ عبد القادر دہلوی اور اشرف علی تھانوی نے بالترتیب "کلام" کا ترجمہ الفتح:۱۵ میں "کہا اور حکم" کیا ہے جس کی ممکنہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاہ عبد القادر دہلوی اور اشرف علی تھانوی نے موقع کی مناسبت یہ ترجمہ کیا ہو۔ اس لیے ان مقامات پر بحث کی جاتی ہے تا کہ صورتحال سامنے آسکے۔

سورۃ البقرہ اور سورۃ التوبہ میں جہاں کلام اللہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں اس کا تعلق سماعت کے ساتھ ہے اور کلام ہوتا بھی وہ ہے جو حاسہ سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اسے کسی دوسرے معنی کی طرف پھیرنا ممکن نہیں ہے۔ جبکہ سورۃ الفتح میں کلام اللہ کا تعلق تبدیلی کے ساتھ ہے اور سیاق کلام بھی یہ ہے کہ "مُخَلَّفِين" کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کے لیے جو حکم صادر ہو چکا ہے کہ صرف اہل حدیبیہ ہی غزوہ خیبر میں شریک ہونگے، کی مخالفت کی جائے۔ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ جسے وہ بدلنا چاہتے تھے وہ "مال غنیمت کا بارے میں اللہ کا حکم" ہے۔ فخر الدین رازی نے "تبدیل کلام" کی تعبیر میں جو اقوال بیان کیے ہیں اور ان میں ایک وہی ہے جو ابن جریر طبری نے لکھا ہے اور اس کو مشہور قول بھی قرار دیا ہے۔ دیگر اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ مخلفین جس قول کو بدلنا چاہتے تھے وہ "وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمۡ" ہے۔ یعنی اگر وہ خیبر کے لیے بھی نکلتے تو حدیبیہ میں شرکت کرنے والے والوں کے زمرہ میں آتے۔ یوں وہ مغضوب علیھم کے زمرہ میں نہ آتے۔ بایں طرز کلام اللہ کا تبدیل ہونا لازم آتا۔[36] اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ عبد القادر او اشرف علی تھانوی کے تراجم میں جو اختلاف ہے وہ اقوال تفسیر میں سے کسی ایک قول کو راجح کرنے کی نمائندگی نظر آتا ہے۔

سمع

سمع بھی اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ میں سے ایک ہے۔ وہ ذات سننے والی ہے۔ قرآن میں انیس مرتبہ السمیع[37]، اکیس

---

[35]۔ راغب اصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن**، 724۔

[36]۔ رزای، **مفاتیح الغیب**، 28 : 75۔

[37]۔ البقرۃ 2 : 127، 137، آل عمران 3 : 35، المائدۃ 5 : 76، الانعام 6 : 13، 115، الانفال 8 : 61، یونس 10 : 65، یوسف 12: 24، الاسراء 17 : 1، الانبیاء 21 : 4، الشعراء 26 : 220، العنکبوت 29 : 5، 60، غافر 40 : 20، 56، فصلت 41 : 36، الشوری 42 :

مرتبہ سمیع[38]، دو مرتبہ لسمیع[39] اور چار مرتبہ سمیعا[40] کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ درج ذیل آیات اللہ تعالیٰ کی سماعت پر دلالت کرتی ہیں۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ[41]، قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا[42]، اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ[43] ان آیت کے تراجم میں مترجمین نے سمع سے مراد سننا ہی لیا ہے اور زمانی حالت کے مطابق الفاظ لگائے گئے ہیں۔ مزید بر آں بعض مقامات پر بعض مترجمین نے خوب کی صفت ساتھ لگائی ہے۔ سمع کا معنی کانوں کی وہ قوت ہے جو آوازوں کا ادراک کرتی ہے، سمع کانوں، افعال، فہم اور کبھی اطاعت سے ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کو اس کے لیے متصف کیا جائے تو اس کا معنی اس کا علم بالمسموعات ہے اور تحریہ بالمجازات ہے۔[44]

بصر

بصارت بھی اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ایک ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا بیان اسم کے طور پر ہی ہوا ہے، مثلاً اسم باری تعالیٰ البصیر[45] چار مرتبہ آیا ہے، بصیر ستائیس[46] مرتبہ اور دس مرتبہ بصیرا[47] آیا ہے۔ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی

11، الدخان 44 : 6۔

[38]۔ البقرۃ 2 : 181، 224، 227، 244، 256، آل عمران 3 : 34، 38، 121، الاعراف 7 : 200، الانفال 8 : 17، 53، التوبہ 9 : 98، 103، الحج 22 : 61، 75، النور 24 : 21، 60، لقمان 31 : 28، سبا 34 : 50، الحجرات 49 : 1، المجادلہ 58 : 1۔

[39]۔ الانفال 8 : 42، ابراہیم 14 : 39۔

[40]۔ النساء 4 : 58، 134، 148، الانسان 76 : 2۔

[41]۔ آل عمران 3 : 181۔

[42]۔ المجادلہ 58 : 1۔

[43]۔ الکھف 18 : 26۔

[44]۔ راغب اصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن**، 225-226۔

[45]۔ الاسراء 17 : 1، غافر 40 : 20، 56، الشوری 42 : 11۔

[46]۔ البقرۃ 2 : 96، 110، 233، 237، 265، آل عمران 3 : 15، 20، 156، 163، المائدۃ 5 : 71، الانفال 8 : 39، 72، ہود 11 : 112، الحج 22 : 61، 75، لقمان 31 : 28، سبا 34 : 11، فاطر 35 : 31، غافر 40 : 44، فصلت 41 : 40، الشوری 42 : 27، الحجرات 49 : 18، الحدید 57 : 4، المجادلہ 58 : 1، الممتحنہ 60 : 3، التغابن 64 : 2، الملک 67 : 19۔

صفت کا تعلق بندوں سے ہے۔ منتخب مترجمین نے ان تمام مقامات پر اللہ کی صفت بصارت کے درج ذیل تراجم کیے ہیں۔

اللہ کی نگاہ میں، دیکھتا	شاہ عبد القادر	اللہ کی نگاہ میں، دیکھتا	سرسید
دیکھتا	احمد رضا	دیکھ بھال، نگران، دیکھ رہا، دیکھ رہے	اشرف علی تھانوی
پیش نظر، دیکھ بھال، اللہ کی نگاہ، جانتا ہے، نگران		جوناگڑھی	

منتخب اردو مترجمین کے ہاں صفت ذاتی "بصر" کے جو بھی تراجم کیے گئے ہیں وہ امقصود کلام کو دوسری زبان میں ڈھالنے کی اچھی کاوشیں ہیں۔ تراجم میں اختلاف نزاع لفظی ہے جو کہ مترجمین کے لغوی ذوق کا عکاس ہے۔

ارادہ

ارادہ بھی اللہ تعالی کی صفت ذاتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں یہ صفت اللہ تعالی کے لیے بیان ہوئی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اراد[48] بارہ مرتبہ، ارادنی دو مرتبہ[49]، اردنا[50] تین مرتبہ، اردناہ[51] ایک مرتبہ، یُرِد[52] پانچ مرتبہ، یُرِدنِ[53] ایک مرتبہ، یُرِیدُ[54] بائیس مرتبہ۔

[47]۔ النساء4 : 58، 134، الاسراء17 :17، 30، طہ20 : 96، الفرقان25 : 20، الاحزاب33 : 9، فاطر35 : 45، الفتح48 : 24، الانشقاق84 : 15۔

[48]۔ البقرۃ2 : 26، المائدۃ5 : 17، الرعد13 :11، الاسراء17 : 103، الکھف18 : 82، الاحزاب33: 17۔ یسین36 : 82، الزمر39 : 4، الفتح48 : 11، الجن72 : 10، المدثر74 : 31۔

[49]۔ الزمر39 : 38 ۔

[50]۔ الاسراء17 : 16، الکھف18 : 81، الانبیاء 21 : 17۔

[51]۔ النحل16 : 40۔

[52]۔ المائدۃ، 41، الانعام6 : 125، الحج22 : 25۔

[53]۔ یٰسین36 : 23۔

[54]۔ البقرۃ 2 : 185، 253، آل عمرآن3 : 108، 176، النساء 4 :26، 27، 28، المائدۃ5 : 6، 49، الانفال8 : 7، التوبہ9 : 55 ،85، ہود11 : 34، 107، الحج : 14، 16، الاحزاب 33 : 33، فاطر 35 : 10، غافر40 :31، البروج85 : 16۔

اَرَادَ باب افعال سے فعل ماضی معروف کا صیغہ ہے۔ماضی مجرد سے اس کے حروف اصلیہ رود ہیں۔راغب اصفہانی نے اس کا معنی میں لکھا ہے کہ کسی چیز کی طلب میں مہربانی کے ساتھ تردد کرنا رود کہلاتا ہے۔راد سے ہی اردادہ ہے جس کا معنی کسی شے کے طلب میں کوشش کرنا۔ارداہ ایسی قوت مترکبہ کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت اور امید شامل ہوتی ہے۔نفس کے کسی چیز کے مشتاق ہونے کا نام ہے اس حکم کے ساتھ کہ وہ چاہتا ہے کہ اسے کیا جائے یا نہ کیا جائے۔کسی چیز کی طرف مشتاق ہونا کبھی ابتدا پر ہوتا ہے اور کبھی انتہا پر بھی۔جب یہ اشتیاق کسی معاملہ کی انتہا پر ہو تو اس کا معنی اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ کرنا ہے یا نہیں۔یہ جب اللہ تعالی کے لیے استعمال ہو تو اس کا معنی فیصلہ کرنا ہوگا نہ کہ اشتیاق رکھنا کیونکہ اللہ کی ذات شوق سے پاک ہے۔یعنی جب اللہ کے لیے اراد اللہ کذا کہا جائے تو معنی یہ ہے کہ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسا ہے یا نہیں۔[55] امام راغب کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے ارداہ سے اس کا فیصلہ مراد ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی کے ارداہ کے ساتھ شرطیہ جیسے اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ[56] سوالیہ جیسے مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا [57] اور خبریہ جیسے فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا[58] انداز اپنایا گیا ہے۔ذیل میں اس تقسیم سے منتخب تراجم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

شرطیہ ادات کے ساتھ ارداہ الٰہی کے تراجم

شرطیہ ادات کے ساتھ ارادہ الٰہی پر درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں: اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ[59]، اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ[60]، اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً[61]، لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا[62]، اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

[55]۔راغب اصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن**، 371۔

[56]۔المائدة 5 : 17۔

[57]۔البقرة 2 : 26۔

[58]۔الکھف 18 : 82۔

[59]۔المائدة 5 : 17۔

[60]۔ھود 11 : 34۔

[61]۔الاحزاب 33 : 17۔

[62]۔الزمر 39 : 4۔

هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ[63]، اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا[64]، لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا[65]

اگر چاہے، چاہتا	شاہ عبد القادر
اگر چاہے، چاہتا	سر سید
اگر چاہے، اگر ارادہ ہوتا	احمد رضا
اگر چاہے، ارادہ اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچاتا ہے۔ منظور ہوتا	اشرف علی تھانوی
چاہے، ارادہ	جونا گڑھی

درج بالا تراجم پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ شرطیہ ادوات کے ساتھ ارادہ الٰہی کے لیے مترجمین نے اکثر مقامات پر "اگر چاہے، چاہتا، ارداہ ہے" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جب کہ احمد رضا خان بریلوی اور اشرف علی تھانوی نے بالترتیب (الاحزاب:۱۷) اور (الانبیاء:۱۷) میں اراد کا ترجمہ اس فعل کے ساتھ ملا کر کیا ہے جس پر ارادہ الٰہی وارد ہو رہا یعنی اگر اللہ بچہ بناتا، اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا۔ ان آیات میں اللہ تعالی کا ارادہ کسی شش و پنج کا شکار نہیں بلکہ یہاں اللہ نے ان کاموں کے نہ ہونے کا ہی فیصلہ کیا ہے۔

سوالیہ اداۃ کے ساتھ ارادہ الٰہی والی آیات کے تراجم

سوالیہ ادات کے ساتھ ارادہ الٰہی پر دلالت کرنے والی آیات ہیں: مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا[66]، مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا[67]

کیا غرض تھی	شاہ عبد القادر	خدا نے کیا ارادہ کیا	سر سید
اللہ کا کیا مقصود ہے، مطلب	احمد رضا	وہ کون مطلب ہو گا، مقصود	اشرف علی تھانوی

[63]۔ الزمر 39 : 38۔
[64]۔ الفتح 48 : 11۔
[65]۔ الانبیاء 21 : 17۔
[66]۔ البقرة 2 : 26۔
[67]۔ المدثر 74 : 31۔

اللہ کی کیا مراد	جوناگڑھی		

سوالیہ اداۃ کے ساتھ اللہ کی صفت ارادہ میں جو الفاظ مستعمل ہیں وہ مترادفات ہیں جن سے کوئی کلامی بحث ثابت نہیں ہوتی۔

خبریہ اداۃ کے ساتھ ارادہ الٰہی والی آیات کے تراجم

خبریہ اداۃ کے ساتھ ارادہ الٰہی والی آیات کی تعداد بتیس ہے۔ ان آیات میں سے ارادہ الہی کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

جب چاہے	شاہ عبد القادر	جب ارداہ کرتا ہے	سرسید
جب چاہے	احمد رضا	جب تجویز کرلیتا ہے، قصد فرمایا، منظور ہوا	اشرف علی تھانوی
ارداہ کرلیتا ہے، چاہت، منظور	جوناگڑھی		

منتخب اردو مترجمین نے اللہ تعالی کے ارادہ کا ترجمہ چاہنا، چاہتا ہے کیا ہے یہ لفظی نزاع ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

قدرت

اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ میں سے ایک قدرت ہے۔ قرآن کریم میں اس کا بیان درج ذیل آیات میں آیا ہے: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ[68]، وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ[69] بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَه[70] ان آیت میں بھی صفت قدرت بطور اسم استعمال ہوئی ہے۔ ہمارے منتخب مترجمین نے یہاں قدرت اور قادر کے الفاظ ہی بطور ترجمہ لائے ہیں۔ امام ابو اسحق اسفرائنی نے لکھا ہے کہ صفات ذاتیہ کے اسماء میں سے جو قدرت کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ القاہر اس کا معنی غالب ہے۔ القہار: اس کا معنی ہے وہ ذات جو جو قصد نہیں کرتا مگر غالب ہونے کا۔ اسی سے ایک قوی ہے: وہ جو چاہیے اس پر قادر ہے ۔المقتدر: وہ جس کی مراد سے کچھ بھی واپس نہی لوٹتا۔ اسی سے قادر: جس کا معنی قدرت کا اثبات ہے اسی سے ذوالقوۃ المتین ہے

[68]۔الانعام 6 :65۔

[69]۔المومنون 23 :95۔

[70]۔القیامہ 75 : 4۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت میں انتہا کی نفی[71]

نتائج بحث

- تراجم میں بصارت سے مراد "جسمانی آنکھ سے دیکھنا" نہیں لیا گیا ہے بلکہ بصارت سے اس کا مقصود یعنی "نگرانی کرنا، دیکھ بھال کرنا" مراد لیا گیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے مراد "شوق رکھنا" نہیں بلکہ "فیصلہ کرنا" ہوتا ہے۔
- صفات کا ترجمہ کرنے میں بعض اوقات معنی کا انتقال کیا جاتا ہے، جبکہ بعض اوقات اس معنی کا مقصود یا مترادفات بھی ذکر کر دیے جاتے ہیں۔ جیسے ارادہ پر مشتمل آیات کا ترجمہ "منظور/مقصود" کر دینا۔
- اگر ایک صفت کے تحت متعدد صفات آتی ہوں جیسے قدرت کے تحت "قاہر/قہار/مقتدر/ذوالقوۃ" آتا ہو تو ان کے تراجم مترجمین ان کے مقام کے تحت ہی کرتے ہیں۔

[71]۔ بیہقی، **کتاب الاسماء والصفات**، 1 : 314۔